انٹرنیٹ ایڈیشن

مجلہ

افکارِ قاسمی

جنوری تا مارچ 2020

امداد کے فیضان کی تاثیر دیوبند ★ قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند

زیرسرپرستی

مولانا مبارک علی مظاہری



زیرنگرانی

مولانا کلیم احمد قاسمی

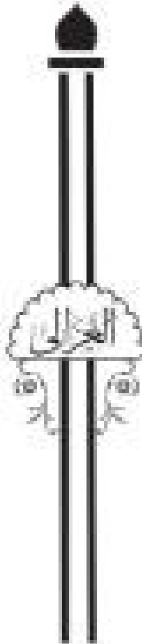
پیشکش الغزالی اردو فورم www.algazali.org



مجلہ

افکارِ قاسمی

جنوری تا مارچ 2020



- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابلِ قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کر لیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

الغزالی اُردو فورم www.algazali.org

فہرست مضامین

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org Email:qasmimag@gmail.com

اداریہ

مدیر التحریر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ 2020 کا سورج غروب اور 2021 کا سورج طلوع ہوا۔ 2020 ایک ایسا سال رہا جسمیں پاک و ہند کے جید علماء ہمیں داغ مفارقت دے گئے، 2020 علماء کی جدائی سے ہمیں مغموم کرتا رہا بعض اوقات دن میں تین یا چار علماء دین کی جدائی کا غم سہنا پڑا۔ علماء کی جدائی ہمارے لیے بہت بڑا المیہ ہے، علم ہم سے روٹھ کر جا رہا ہے، کسی نے کیا خوب لکھا تھا کہ اے لوگو یکے بعد دیگرے علماء ہم سے رخصت ہو رہے ہیں کہیں ہم اپنے رب کو ناراض تو نہیں کر بیٹھے۔؟ کہ وہ اپنے محبوب بندے اپنے پاس بلا رہا ہے۔ امسال ہم سے شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری، مفتی نعیم، پیر عزیز الرحمان ہزاروی، اور مفتی زرولی خان رحمھم اللہ جیسی شخصیات ہم سے جدا ہو گئیں، اہل علم کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ علمی شخصیات ہمیں یکدم ایسے روتا چھوڑ کر ابدی نیند سو جائینگی، ایسی شخصیات صدیوں میں دوبارہ پیدا ہوتی ہیں جو موجود ہیں خدارا ان کی قدر کیجئے، ان سے علمی استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کیجئے یہ نہ کہ ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں، اور افسوس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا۔ یہ علماء ہمارے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ان کی قدر کریں اور رب ذوالجلال کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے ہمیں ایسی علمی علماء سے نوازا ہے جن کے علم پر دنیا رشک کرتی ہے۔ حال ہی میں مفتی زرولی خان رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال ہوا اسی سلسلے میں افکار قاسمی انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے اگلا شمارہ مفتی زرولی خان رحمہ اللہ شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

آپ سے دعاوں کی درخواست ہے۔

درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

طریقۂ ثانیہ

قرآن پاک میں چار مضامین ہیں (۱) اصلاح العلم (۲) اصلاح العمل (۳) ترغیب (۴) تخویف

اصلاح العلم "الحمد" سے "مالک یوم الدین" تک۔

اصلاح العمل "ایاک نعبد و ایاک نستعین" میں ہے۔

ترغیب "اھدنا الصراط المستقیم" میں ہے۔

تخویف "غیر المغضوب علیھم و لا الضالین" میں ہے!!

طریقۂ ثالثہ

قرآن پاک میں کل تین مضامین ہیں۔ (۱) توحید (۲) رابطہ بین الخالق والمخلوق (۳) دعا از باری تعالیٰ، یہ تینوں فاتحہ میں موجود ہیں۔

اثباتِ توحید: "الحمد" سے "مالک یوم الدین" تک ہے۔

رابطہ بین الخالق والمخلوق "ایاک نعبد و ایاک نستعین" میں ہے۔

درخواست از خالق ارض وسماء "اھدنا الصراط المستقیم" سے آخر تک ہے۔ (عقد الجواھرات من خالصتھا لتسور والایات ص29)

جاری ہے۔

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

آپ ﷺ نجیب الطرفین تھے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ وَقَالَ اَنَا اَنْفَسُکُمْ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَحَسْبًا لَیْسَ فِیْ اٰبَآئِیْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سَفَاحٌ کُلُّنَا نِکَاحٌ۔(رواہ ابن مردویہ، زرقانی، شرح مواھب لدنیہ۔سیرۃ المصطفٰی)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **لقد جاء کم رسول** والی آیت تلاوت کی اس میں اَنْفَسُکُمْ پڑھا اور فرمایا میں تم سے حسب نسب اور سسرال کے لحاظ سے افضل اور اشرف ہوں، ہمارے آباؤ اجداد میں آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی بھی کہیں بھی زنا میں ملوث نہیں ہوا۔ سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں‘‘۔

وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِیْ خَیْرِھِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِنْ عُھْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَخُرِجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰی اِنْتَھَیْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ فَاَنَا خَیْرُکُمْ نَسَبًا وَخَیْرُکُمْ اَبًا۔ (کنز العمال ص ۱۸۱)

’’جب لوگوں کی دو جماعتیں بنیں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر جماعت میں رکھا۔ میں اپنے حقیقی والدین سے پیدا ہوا ہوں۔ مجھے دورِ جاہلیہ کی بدکاری سے کوئی ذرہ سی چیز بھی نہیں پہنچی، میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ میں آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے حقیقی والدین تک تم سب سے بہتر خاندان والا ہوں اور والد کے لحاظ سے تم سے بہتر ہوں‘‘۔ (سلک المروارید من سیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہے سلطانوں کا ایک سلطان اللہ

محمد اسامہ سرسری

ہے سلطانوں کا ایک سلطان اللہ
ہے حنان اللہ ، ہے منان اللہ
مہیمن ، حفیظ اور نگہبان اللہ
عفُو اور رحیم اور رحمٰن اللہ
زباں سے بھی کہنا ہے آسان اللہ
دلوں میں بسانا ہے ایمان اللہ
سرور و مسرّت کا سامان اللہ
دلِ صاحبِ دل کا ارمان اللہ
نرالا ، اکیلا جہاں بان اللہ
ہے خلاقِ حیوان و بے جان اللہ
عطا کر ہمیں اپنی پہچان اللہ
کریں ہم بیاں بس تِری شان اللہ
تِرا شکُر کرتے ہیں ہر آن اللہ
نہیں کرتے نعمت کا کفران اللہ
ہے اس پر یہ تیرا ہی احسان اللہ
اسامہ ہے تیرا ثناخوان اللہ

ہے قلم خوش تو کاغذ بھی سرشار ہے

محمد اسامہ سرسری

ہے قلم خوش تو کاغذ بھی سرشار ہے
اب لکھا جا رہا ذکرِ سرکار ہے
جسم یا دل اڑا کر مدینے چلی
الفت ان کی کچھ ایسی ہی پر دار ہے
ہیں ابوبکر ، فاروق ، عثماں ، علی
چار یاروں سے معمور دربار ہے
جب بھی دل سے میں پڑھتا ہوں ان پر درود
دل کی دنیا بدل جاتی ہر بار ہے
سارے عالم کے خالق کا محبوب ہے
اور کل خلقِ رب کا وہ سردار ہے
مجھ کو اے سَرسَرؔی! اور کیا چاہیے؟
بس شفاعت قیامت میں درکار ہے!

کلام اللہ کے اسمائے گرامی

محمد داؤد الرحمن علی

شیخ ابوالمعالی عزیزی بن عبدالملک نے اپنی کتاب "البرہان" میں لکھا ہے **اعلم ان اللّٰہ تعالٰی سمی القرآن بخمسة وخمسین اسما** اللہ تعالٰی نے اپنے کلام کے پچپن نام رکھے ہیں اور بقول بعض اس سے بھی زائد۔ یہاں ان میں سے چند مخصوص ناموں کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے تاکہ کلام اللہ کی عظمت ووقعت دلوں میں اجاگر ہو۔

"الکتاب"

کلام الٰہی نے سب سے پہلے اپنا تعارف "الکتاب" کے نام سے کرایا ہے۔

الٓم ذلک الکتٰب لا ریب فیه، الٓرکتٰب اُحکِمت آیٰته.

کتاب کے اصل معنی "ضم" (ملانا) اور "جمع" ہے۔ ویسے تو ہر کلام اپنے اندر محدود معانی وحقائق کو شامل ہونے کی وجہ سے "کتاب" کہلاسکتا ہے، مگر لامحدود حقائق وعجائب علوم ومعارف، احکام واَمثال اور قصص وعِبَر وغیرہ کو علی وجہ الکمال جامع ہونے کی وجہ سے "الکتاب" کہے جانے کا مستحق حقیقت میں یہی کلام الٰہی ہے جس میں قطعاً شک کا شائبہ تک نہیں ہے۔ (مفردات للراغب ص ۴۲۳، اتقان ا/۶۷)

نیز کتاب کے عرفی معنی "نوشتہ" (لکھا ہوا) ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پہلے ہی قدم پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ جواب نقش کررہا ہے کہ وہ تو ابتدائے نزول سے ہی مکتوب ونوشتہ شکل میں مخلوق کے پاس محفوظ رہنے والا ہے۔ اس لئے یہ کہہ کر "قرآن عہد صدیقی کا مرتب کردہ ہے" قرآن کے کسی جزء کو مشکوک ٹھہرانا باطل ہے۔ (تدوین قرآن از افادات مولانا مناظر احسن گیلانی)

"القرآن"

اس کتاب کا سب سے مشہور نام "قرآن" ہے

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن، انا انزلناه قرآناً عربیًا، ان علینا جمعه وقرآنه.

کلامِ الٰہی کا یہ نام جس کو خود اللہ تعالٰی نے ساٹھ (۶۰) سے زائد مقام پر ذکر کیا ہے ایسا منفرد نام ہے جو ناخواندہ (اَن پڑھ) قوم کو قرأت (پڑھنے) سے مانوس کرنے اور علم وعدل سے وابستہ کرنے کیلئے کفار کے علی الرغم تجویز کیا گیا ہے۔

جن کی کوشش یہ تھی کہ شور وغوغاء کر کے اس کلام کو پڑھے اور سنے جانے کے قابل نہ رکھیں۔(لاتسمعو الہذاالقرآن والغوافیہ پ ۲۶)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں"نہ تو کسی شئی کے مجموعہ کو اور نہ ہی ہر کلام کے مجموعہ کو" قرآن" کہا جاتا ہے بلکہ یہ صرف آخری پیغام خداوندی پر بولا جاتا ہے جو کتب سماویہ متقدمہ کے مضامین اور تمام علوم کے ثمرات کو جامع ہے"(منفردات ص ۴۰۲) مولانا رحمت اللہ لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں"یہ کتاب زبور کی طرح مجموعہ مناجات بھی ہے اور انجیل کی طرح مجموعہ امثال بھی ہے تو ریت کی طرح گنجینہ شریعت بھی ہے اور کتب دانیال ویسعیاہ کی طرح خزینہ اخبار مستقبل بھی ہے۔(مخزن اخلاق ص ۴۵۷)

لفظ" قرآن" کے اشتقاق میں علماء کا نقطۂ نظر مختلف ہے۔امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ تو اسم جامد ہونے کے قائل ہیں اور مشتق ہونے کے اقوال میں سے دو ذکر کئے جاتے ہیں۔

قرآن فُعْلان بالضم کے وزن پر مصدر بمعنی المفعول ہے جو" قرء" یا" قرأت"(مہموز اللام) سے ماخوذ ہے اس کے اصل لغوی معنی" جمع الکلمات بعضہا الی بعض فی الترتیل" یعنی" پڑھنا" ہے گویا قرآن کا نزول ہی پڑھنے کے لیے ہوا ہے چنانچہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کلام مجید ہی ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی۔کبھی کسی زمانہ میں بالکلیہ اس کی قرأت نہ متروک ہوسکتی ہے اور نہ ہی اہل اسلام اس کے پڑھنے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

قرآن **"قَرْن"** سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملانا ہے یعنی فصاحت وبلاغت میں اس کے تمام کلمات مربوط اور سورتوں اور آیتوں کا تناسب وتناسق ایسا ہے کہ ہر آیت اعجاز میں اپنے ماقبل و مابعد سے مستقل ہونے کے باوجود پورا کلام معناً مقرون ومرتبط ہے۔ (مفردات ص ۴۰۲،اتقان ص ۶۸)

"تنزیل"

"قرآن شریف کا ایک بنیادی نام" تنزیل" ہے

تنزیل من حکیم حمید، تنزیلٌ من ربِّ العٰلمین.

یعنی یہ کلام جو فرقان اور برہان ہے اس کا مبدأ ومصدر عرب کے کسی فصیح وبلیغ ادیب یا غیب کی جھوٹی خبر دینے والے کاہن ونجومی یا کسی بڑے مصلح اور ریفارمر کی ذات حتی کہ نبی کی ذات بھی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی بے عیب و بے نظیر ہستی لیس کمثلہ شیء کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو سارے ہی کمالات کا سرچشمہ اور ساری قوتوں کا تنہا مالک ہے جہاں عجز وضعف اور جہل کا ادنی واہمہ تک نہیں ہے اور جو تمام مخلوق کا یکتا حقیقی مربی ہے جس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا انسان بلکہ ہر مخلوق کا فطری جذبہ اور اس کی دعوت ہے۔

"الفرقان"

"قرآن پاک کا ایک امتیازی نام "الفرقان" ہے

وانزل الفرقان، تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ.

فرق کے معنی دو چیزوں کے درمیان فصل کرنا خواہ وہ فصل آنکھوں سے دکھائی دے یا دل سے ادراک کیا جائے (مفردات ص ۷۷۳) یعنی قرآن مجید بنی آدم کو ایسے احکام وتعلیمات سے آگاہ کرتا ہے کہ جن سے ایمان وکفر، حق وباطل اور مطیع وعاصی کے درمیان ایک حد فاصل پیدا ہوجاتا ہے اور اس سے حق یعنی اسلام کا پسندیدہ ومقبول ہونا اور غیر اسلام کا باطل ومردود ہونا عیاں ہوجاتا ہے۔

لیحق الحق ویبطل الباطل اور اُس فرقان پر صحیح عمل کرنے والوں کو ایسی شان عطا کرتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوجاتے ہیں۔

"برھان"

قرآن کا ایک اہم نام "برہان" ہے قد جاءکم برہان من ربکم "برہان" ایسی مستحکم دلیل کو کہتے ہیں جس میں قطعی اور ابدی سچائی نمایاں ہو (مفردات ص ۴۵)

یعنی یہ کلام الٰہی ماضی کے واقعات اور مستقبل کے اخبار واحوال کو حتمی صداقت وحقانیت کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ شکوک واوہام کا پردہ چاک کرکے یقین تک پہنچا دیتا ہے اور جو اس کی سچائی میں رخنہ اندازی کرے اُن سے ان کے دعوی پر اسی طرح کی مضبوط ومستحکم دلیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ **قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین.**

"الذکر"

قرآن کا ایک خصوصی نام "الذکر" ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون، وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس، ان ھو الا ذکر للعٰلمین.

یعنی قرآن شریف دینی ودنیوی انعامات یاد دلا کر نافرمان قوموں کی عبرت خیز ہلاکت اور مومنین کی حیرت انگیز نجات کے سچے واقعات بیان کرتے ہوئے تمام انسانوں کے لیے عبرت پذیری اور نصیحت گیری کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور افلا یتذکرون، لعلکم تذکرون جیسے کلمات سے لوگوں کو خواب غفلت سے ہوشیار کرتا ہے تاکہ موت اور مابعد الموت کی حقیقی دائمی زندگی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔

"حبل اللّٰہ"

قرآن کا ایک وصفی نام "حبل اللہ" ہے

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تتفرقوا.

خدا کی زمین پر جو انسان (وجن) دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے خالق کی طاعت و بندگی سے بیزار ہیں اور کفر و معصیت کے گڑھے اور دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور قعرِ مذلت سے نکل کر منزل کی تلاش اور قرب الٰہی کے طلبگار ہیں ایسے تمام لوگوں کے لیے قرآن مجید اللہ کی اتاری ہوئی رسی ہے جو اسے مضبوطی سے تھام لے گا وہ کفر وعصیان کے گڑھے سے نجات پا کر بلند مقام پر پہنچ جائے گا۔ حبل اللہ ہوالقرآن (کنزل العمال ۱/ ۲۷۷)

"الشفاء"

قرآن کا ایک دل پذیر نام "شفاء" ہے

قل ھو للذین آمنوا ھدیً وشفاء، وشفاء لمافی الصدور.

روئے زمین پر قرآن مجید ہی وہ نسخہ صحت ہے جس کی ہدایت پر کما حقہ عمل کرنا امراضِ قلبیہ (کفر، جہل، کبر، حسد، خیانت، بغض، وغیرہ) سے صحت وشفاء کا ضامن ہے ویشف صدور قوم مؤمنین بلکہ قرآن کے ظاہری الفاظ بھی انسان کی جسمانی بیماریوں کے لیے دوائے شیریں ہے حتی کہ اسی تاثیر کی وجہ سے ایک مستقل سورۃ کا نام بھی "سورۃ الشفاء" ہے۔ (اتقان ۱/ ۶۸)

"النور"

قرآن کا ایک روشن وصف "النور" ہے

وانزلنا الیکم نورا مبیناً، قد جاءکم من اللّٰہ نورٌ.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نور بصر اور نور عقل دونوں نعمت سے نوازا ہے پس جب انسان نور عقل کے ذریعہ اللہ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ کی رسالت تسلیم کر کے قرآنی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو یہ قرآن اُسے نور معرفت عطا کرتا ہے جس سے وہ مؤمن گناہوں کی ظلمت سے بچتے ہوئے ان ہذ القرآن یہدی للتی ہی اقوم قرآن کی روشنی میں جنت کا راستہ طے کرتا چلا جائیگا۔ **یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم** (مفردات ص ۵۰۷، اتقان ۱/ ۶۸)

وقت گزر رہا ہے

مولانا نورالحسن انور

اللہ جل شانہ نے ہمیں ایک نہایت قیمتی تحفہ دیا ہے جسے ہم زندگی کہتے زندگی اس کی اپنی حاصل کردہ نہیں بلکہ زندگی کا کوئی لمحہ وہ از خود بڑھا گھٹا نہیں سکتا۔ اس کے سارے لمحات گنے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ لمحہ لمحہ دن ہے، دن دن سے جڑتا ہے تو ہفتہ کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح مہینہ اور سال بنتا ہے۔ انہی لمحوں کے مجموعے میں جینے کا نام زندگی ہے یعنی ہماری زندگی کا سارا دورانیہ لمحوں سے عبارت ہے۔ بقول شاعر ؎

میری عمر اتنی دراز ہے
یہ میری زندگی کا ایک راز ہے
پیدا ہوا تو سنی اذاں مرا تو وقت نماز ہے

غرض ذات باری تعالیٰ نے ہمیں عبث پیدا نہیں کیا اور اس نے ہمیں بلا وجہ زندگی سے نہیں نوازا بلکہ قرآن کریم میں فرمایا ''سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو''۔ (المومنون) بلکہ اس نے ہمیں عظیم ترین مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ مقصد اس کی عبادت اور بندگی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے ''میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو'' (الذاریات)۔ گویا ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہم اس بات کا خیال رکھیں کہ زندگی کا کوئی لمحہ رائیگاں نہ ہو، بلکہ وہ بندگی طاعت اور کارِ خیر میں گزرے۔ اگر ہم نے زندگی کا کوئی لمحہ بے مقصد گزار دیا تو گویا ہم نے زبانِ حال اور اپنے اعمال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبث پیدا کیا تھا۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ وقت کو اگر کارِ خیر میں صرف نہ کیا جائے تو وہ انسان کو شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ زندگی کے سارے وقفوں اور لمحوں کو سوچ سمجھ کر صرف ذات باری تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں لگائیں اور کوشش کریں کہ اوقات کو رائیگاں ہونے نہ دیں کیونکہ ہماری زندگی کے اوقات و لمحات کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے یا نہ کرنے پر ہی جنت یا جہنم کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ وقت ہی عمر ہے۔ اگر ہم نے وقت کا کوئی حصہ ضائع کر دیا تو اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ ضائع کر دیا، جس کے لئے لمحے لمحے کا ہم سے بروزِ حشر حساب لیا جائے گا۔ بقول سعدیؒ ؎ چہل سال عمر عزیزت گذشت مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت

حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ محشر میں حساب کی جگہ سے کسی بندے کے قدم اس وقت تک کھسک نہیں سکیں گے، جب تک اس سے اس کی عمر کے حوالے سے یہ نہیں معلوم کر لیا جائے گا۔

کہ تُو نے اس کو کس میں صرف کیا ہے؟ یہاں یہ بات ذہن نشین کرنی ضروری ہے کہ ذات پاک کی بندگی واطاعت صرف ارکانِ اربعہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) تک ہی محدود نہیں، جیسا کہ عام طور سے سمجھا جاتا ہے بلکہ ان عبادات کے علاوہ بھی ہر حرکت وسکون عبادت ہے، اگر وہ الٰہی اور امرونواہی کی پابندی سے عبارت ہو، گویا ایک مسلمان کی پوری زندگی عبادت واطاعت ہی ہے۔ اگر وہ خدا کی مرضی کے مطابق گزاری جائے۔ یہاں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ طلب علم، طلبِ رزق، افادۂ خلق کے کام، مطالعہ وکتب بینی اور ان کی لاتعداد شکلیں، سبھی عباداتِ الٰہی ہیں اس لئے ان میں اپنی زندگی کے اوقات کو صرف کرنا، رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ غرض وقت ایک مختصر عنوان ہے، جس کے مختلف گوشے ہیں اور ہر گوشہ مستقل گفتگو کا متقاضی ہے کیونکہ وقت کی قیمت واہمیت سب لوگوں کے نزدیک برابر نہیں ہے۔ فلسفیوں کی نظر میں وقت کی جو قیمت ہے، وہ تاجروں کے نزدیک نہیں، صنعت کار کی نظر میں وقت کی جو اہمیت ہے، وہ کسان کی نظر میں نہیں۔ اسی طرح فوجی، سیاست دان، عام نوجوان، بوڑھے اور اہل علم، سبھوں کے نزدیک وقت کی قدر وقیمت کے پیمانے مختلف ہیں۔ وقت کتنی تیزی سے گزر رہا ہے 2020 بھی نشیب وفراز سے گزرتا ہوا اپنی منزل کو پہنچ چکا ہے 2020 کے لمحات ہمارے لئے ہی نہیں پوری دنیا کے لئے بڑے اذیت ناک رہے۔۔۔ کرونا کی وبا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں اس انداز سے لیا کہ وہ دینی مراکز جو کبھی کسی صورت میں بند نہیں ہوا کرتے تھے۔۔ مسجدیں نمازیوں سے خالی ہوگیں۔۔ مدارس بند۔، کتنا بھاری 2020 کے لمحات امت مسلمہ پر بھاری رہے حج بھی اپنی آن شان کے مطابق ادا نہ ہوا۔۔۔2020 ہمارے لئے کتنی اداسیاں چھوڑ گیا بڑے بڑے علماء کرام دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر کے۔۔ میرے استاد مکرم مفتی نعیم رحمۃ اللہ مہتمم جامعہ بنوریہ جب مدرسہ بنوریہ کی ابتدا ہوی تو اولین شاگردوں میں ہمارا نام بھی شامل ہے حضرت مفتی صاحب جمعہ کے صبح مدرسہ میں رہ جانے والے طلباء سے فرماتے آپ کے ناشتے کے لئے کیا لیکر آوں۔۔ سب کا میرے طرف اشارہ ہوتا۔۔ کہ یہ بتائے گا پھر نہاری منگوالینی یا نان چنے حضرت سب کے لئے ناشتہ لاتے۔۔ کیا دن تھے دوستو وہ بھی بیت گے۔۔۔ سوائے یادوں کے ہمارے پاس کچھ نہ رہا۔۔ ایک مرتبہ میں نے مدرسہ کی دال پر نظم بناڈالی جسکا عنوان تھا۔۔۔ دال کا بورا اٹھائے چلا چل۔۔۔ پیٹ اگے آگے بڑھائے چلا چل۔۔ مفتی صاحب کو نظم کی خبر ہوئی تو آپ نے مجھ سے سنی پھر بڑی دیر تک ہنستے رہے ناظم مدرسہ مولانا عاشق صاحب رحمۃ اللہ کہنے لگے حضرت آپ ہنس رہے ہیں انہیں سزا دینی چاہے۔۔ مفتی صاحب ہنستے ہوئے کہنے لگے اچھا تمھاری سزا یہ ہے کہ تم نے روزانہ میرے دفتر کی صفائی کرنی ہے۔۔

یہ ہمارے لئے سزا تو نہیں سعادت تھی۔۔۔ کتنے عظیم لوگ تھے۔۔ پیر عزیز الرحمن ہزاروی رحمۃ اللہ مولانا عادل رحمۃ اللہ کتنی عظیم شخصیات رخصت ہوگیں۔۔۔۔

کیا بزم میں رونق تھی ہر طرف صدا تھی ہر طرف جن کے علم عمل کا شہرہ تھا حضرت مفتی زرولی وہ بھی ہمیں چھوڑ گے ہمارے لئے 2020 کے لمحات بہت تکلیف دہ ثابت ہوئے مگر یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے اوقات قیمتی بنائے ان پر وقت کو بھی فخر ہوگا اسی طرح یہ سال مہینے صدیاں گزرتے رہیں گے۔

آو ہم بھی آیندہ آنے والے وقت کو قیمتی بنالیں۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ

مدیر التحریر کے قلم سے

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد ماجد حضرت مولانا فریدالدین دیوبندیؒ ایک جیّد عالم دین تھے۔۔حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ جامعہ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم تھے۔حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ سے بیعت تھے اوران ہی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔آپؒ نے حضرت مولانا امداداللہ مہاجرمکیؒ سے بھی اکتسابِ فیض حاصل کیا۔حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن ثانیؒ آپؒ کے ہی بلند پایہ خلیفہ تھے۔حکیم الاسلام حضرت مولانا طیب قاسمیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ کے بعد حضرت اقدس حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ عہداہتمام پر فائز ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ کے ارشد خلیفہ تھے۔حضرت شاہ صاحبؒ آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ اکابرین دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید مرتضی حسن چاند پوریؒ کے شیخ طریقت تھے۔آپؒ کا شمار اپنے اولیائے کاملین میں ہوتا تھا۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ دومرتبہ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے پہلی مرتبہ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ءاور ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں حاجی صاحبؒ کے سفرحج کے زمانے میں اہتمام کی خدمات انجام دیں۔ پھرتقریبا تین سال کے بعد ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں مستقل مہتمم قرار پائے اور ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء کے اوائل تک اس منصب پر فائز رہے۔

دارالعلوم کی اکثر ابتدائی عمارتیں آپ ہی کے زمانۂ اہتمام میں تعمیر ہوئیں ان کے تعمیری ذوق کا اندازہ اس زمانے کی عمارتوں بالخصوص نو درے وغیرہ کی پختگی استواری اور حسن تعمیر سے کیا جا سکتا ہے یہ عمارت دارالعلوم کی عمارتوں میں ایک ممتاز شان اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں آپ بقصد ہجرت مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں دوسال کے بعد ۱۳۰۸ء میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے درجات بلند فرمائے اوران کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

نیا سال اور ہمارا جشن

محمد داؤد الرحمن علی

دنیا کا اصول ہے جو بھی اس دنیا میں ہے وہ ہمیشہ کے لیے نہیں، جو چیز آتی ہے وہ ایک دن ہم سے جدا ہو جاتی ہے، ہمارے پاس ہمیشہ نہیں رہتی، اسی طرح گزشتہ سالوں کی طرح سال ۲۰۲۰ء اپنے اندر کچھ یادیں سمیٹ کر ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔ اور ساتھ ساتھ ہماری زندگی کا ایک سال بھی کم ہو گیا، لیکن جیسے ہی یہ سال رخصت ہوتا ہے ہم جشن مناتے ہیں، آتش بازی کرتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں، مٹھایاں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوا، جس طرح یہ سال ختم ہوا اسی طرح ایک دن ہماری زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ سال گزشتہ کئی لوگ ہمارے ساتھ تھے جو آج قبروں کی زینت بن چکے ہیں، اور ایک دن ہمارا بھی اختتام ہو جائے گا۔

زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش قیمتی نعمت ہے اور نعمت کے زائل یا کم ہونے پر جشن نہیں منایا جاتا، بلکہ افسوس کیا جاتا ہے۔ گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسیں یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے، سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے بیش قیمت ہے۔ ان لمحات کو بیش قیمت بنائیں، ان کو ضائع مت کریں۔ ہمارے اکابرین و اسلاف رحمہ اللہ کو دیکھ لیجئے جو ان اوقات پر کتنے حساس تھے اور زندگی کا ایک دن کم ہونے پر اور اس دن اعمال نہ کرنے پر نادم ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہو گیا جس میں میرا ایک دن کم ہو گیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہو سکا۔ (**قيمة الزمن عند العلماء**، ص: ۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں، اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ تیرا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ (**قيمة الزمن عند العلماء**)

ہمیں اس بات کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اگر تمہاری زندگی کا ایک دن چلا جائے اور کوئی عمل نہ کرسکو تو اس پر نادم ہوجاؤ، تمہارا ایک دن نہیں تمہاری زندگی کا ایک حصہ تم سے جدا ہوا، تمہارے دن تمہارے صحیفے ہیں اچھے اعمال کرو اور ان دنوں کو دوام بخشو۔ لیکن ہم ان چیزوں پر عمل کے بجائے، آتش بازی و دیگر خرافات کرکے خوشی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ یہ فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے۔ اور ہمیں فضول خرچی کرنے سے روکا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُه مَالاَ يَعْنِيْهِ"۔

ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول چیزوں سے بچے۔(**ترمذی ۲/۵۸ قدیمی**)

یہ جشن یہود و نصاریٰ اور دوسری قوموں میں منائے جاتے ہیں؛ جیسے: مدرز ڈے، فادرز ڈے، ویلنٹائن ڈے، چلڈرنز ڈے اور ٹیچرسڈے وغیرہ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ دوسری قوموں کی مشابہت سے بچا جاسکے اس لیے کہ ہمارے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

رشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔(**ابوداؤد ۲/۲۰۳ رحمانیہ**)

سوال یہ ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو کیا رویّہ اختیار کرنا چاہیے۔؟ کتب حدیث میں یہ روایت نگاہوں سے گذری کہ جب نیا مہینہ یا نئے سال کا پہلا مہینہ شروع ہوتا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے تھے

"اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالأَمْنِ وَ الإِيْمَانِ، وَالسَّلاَمَةِ وَالإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ"

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن و ایمان، سلامتی و اسلام اور اپنی رضامندی؛ نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔(**المعجم الاوسط للطبرانی ۶/۲۲۱ حدیث: ۶۲۴۱ دارالحرمین قاہرہ**)

اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے اور درج ذیل امور کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

اپنا محاسبہ کریں۔

ہمیں سال گزشتہ کا احتساب کرنا چاہیئے کہ اس میں ہم نے دینی و دنیاوی میدانوں میں کیا کھویا اور کیا پایا۔؟

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال وحرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائے گی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

"حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا"۔

ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔ (**ترمذی ۴/۲۴۷ ابواب الزهد، بیروت**)

اس لیے ہمیں ایمان داری سے اپنا اپنا مؤاخذہ اور محاسبہ کرنا چاہیے اور ملی ہوئی مہلت کا فائدہ اٹھانا چاہیے اس سے پہلے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے۔

اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں ایک خاص انداز سے ارشاد فرمایا ہے:

"وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ، وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ"۔ (**سورئہ منافقون، آیت/ ۱۰، ۱۱**)

ترجمہ: اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل کیوں نہ دی، کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی موت آ جائے گی، اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

آئندہ کا لائحہ عمل طے کریں

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جا سکتا ہے؟

انسان غلطی کا پتلا ہے اس سے غلطیاں تو ہوں گی ہی، کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

یہ منصوبہ بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ"۔ (**مشكاة المصابيح ۲/۴۴۱ كتاب الرقاق**)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقروفاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

:" وَأَنْ لَيْسَ لِلإِنْسَانِ إلاَّ مَاسَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَه سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الأَوْفىٰ"۔ (سورئہ نجم، آیت/ ۳۹،۴۰،۴۱)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہورہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بل کہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہوجائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں؛ بل کہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحاتِ زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم وارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو غیروں کی مشابہت سے بچائے اور آقائے دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

علماء کی قدر کیجئے

حسن خان

سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا بیٹا علم حاصل کرو علم گمنام کو شہرت عطا کرتا ہے، علم کمینے شخص کو معزز بنا دیتا ہے، علم غلام کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ کیسی بہترین نصیحت کی وقت کے بادشاہ نے اپنے بیٹوں کو اسی لئے تو کہتے ہیں علم لازوال دولت ہے اگر ہم قرآن وسنت پر نظر دوڑائیں تو ہمیں علم کے فضائل اور علم والوں کے فضائل قرآن وسنت کے حسین گلستان میں نظر آتے ہیں اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام کی عظیم سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا {شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّه لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ} ''اللہ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنے ساتھ فرشتوں اور پھر اہل علم کا ذکر فرمایا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم کی فضیلت اور علماء کی عظمت کا ذکر ہے۔ اگر علماء سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو اس کا نام بھی فرشتوں کے ساتھ لیا جاتا۔ اسی طرح سورہ طٰہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا {وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْماً} کہ اپنے رب سے علم میں اضافہ کی دعا کرو۔ گویا علم اتنی اہمیت والی چیز ہے کہ جس میں اضافہ کیلئے مانگنے کا نبی کریم جیسی ہستی کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اس سے زیادہ اہمیت والی کوئی چیز ہوتی تو اس کے مانگنے کا حکم بھی دیا جاتا۔ (قرطبی) سورہ عنکبوت میں فرمایا {وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ} ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرما رہے ہیں انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ مزید ارشاد ہوا: {بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ} بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں، ہماری آیتوں کا منکر بجز ظالموں کے اور کوئی نہیں۔ سورہ فاطر میں فرمایا: {اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا} اہل علم نے کہا یہ آیت علماء کی شان بیان کرتی ہے اور اس امتیاز کو حاصل کرنے کیلئے اللہ سے تقوی اور خشیت ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ علم محض جان لینے کا نام نہیں، خشیت وتقویٰ کا نام ہے۔ عالم وہ ہے جو رب سے تنہائی میں ڈرے اور اس میں رغبت رکھے اور اس کی ناراضگی سے بچے۔ سورہ زمر میں فرمایا: پوچھو بھلا علماء اور جہلاء برابر ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ نصیحت تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔ فضیلت علم وعلماء کا باب امام بخاری نے کتاب العلم میں قائم کیا ہے۔ باب العلم قبل القول والعمل اس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی'' کہ جو کوئی حصول علم کیلئے نکلتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت صفوان بن عسال سے مرفوعاً روایت ہے کہ طالب علم کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں تا کہ وہ راضی رہے اور حصول علم میں دل لگا کر مشغول رہے۔ (ترمذی)

حضرت کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں حضرت ابودرداء کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی مدینہ منورہ سے ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاننے کیلئے آیا۔ حضرت ابودرداء نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو علم دین کیلئے نکلتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ بے شک فرشتے طالب دین کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے اور ارض وسماء کی ساری مخلوق حتی کہ سمندروں کی مچھلیاں گہرے پانیوں میں ان کیلئے استغفار کرتی ہیں۔ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی سارے ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ یادرکھو کہ انبیاء کا ورثہ درہم و دینار نہیں ہوتا بلکہ علم دین ہوتا ہے جو جتنا زیادہ حاصل کرے گا اتنی ہی فضیلت حاصل کر سکے گا۔ (ابوداود کتاب العلم) دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی میری فضیلت تم میں سے عام مسلمان پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور ارض وسماء کی ساری مخلوق، حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں معلم خیر کیلئے دعائے رحمت بھیجتی ہیں۔ (ترمذی وابوداود) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور بے شک میں علم بانٹنے والا ہوں اور اللہ مجھے عطا فرمانے والے ہیں۔ یہ امت ہمیشہ خیر پر رہے گی، انہیں خوار کرنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ (بخاری) یہ ساری فضیلتیں اس وجہ سے ہیں کہ علماء کی وجہ سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو جھنڈا دیتے ہوئے وصیت کی تھی کہ جنگ کرنے سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو، اگر ایک آدمی کو بھی راہ ہدایت مل گئی تو یہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی متاع ہوگی۔ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں جیسے علم اور اسکے متعلقات کا احترام ضروری ہے اسی طرح علماء کا ادب نہایت ضروری ہے آج ہمارے اس زمانے میں علمائے کرام کا احترام مفقود ہے، ہر شخص، جب چاہتا ہے، جس کو چاہتا ہے، کلماتِ لعن وطعن سے نواز دیتا ہے، جب کہ یہ بات ہر وقت مستحضر رہنی چاہیے کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں اور بشریت کے تقاضے ان سے بھی منسلک ہیں، غلطی ہر بنی آدم سے ہوتی ہے، اس بات کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "كُلُّ بَنِی آدمَ خَطَّاء، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُون" ہر انسان غلطی کرتا ہے اور بہترین غلطی کرنے والا وہ ہے جو توبہ کرے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ توبہ واستغفار اور انابت الی اللہ علمائے کرام کا شیوہ ہے، نالۂ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی تو شۂ زندگی ہے،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جب مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے ہیں تو لوگ مسائل کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،

فرماتے ہیں کہ اے مکہ والو! تم مسائل مجھ سے پوچھتے ہو، جب کہ تم میں ابن ابی رباح موجود ہیں یعنی عطا بن ابی رباح۔ حضرت عطاء بن ابی رباح کا شمار مشائخ تابعین میں ہوتا ہے، مکہ میں منصبِ افتاء پر فائز تھے۔ دیکھیے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عالم کے لیے اتنا احترام کہ اس کے دیار میں مسائل بتلانے سے گریز کر رہے ہیں، جب کہ خود صحابیٔ رسول ہیں اور علم میں بڑے بڑے صحابہ کے ہم پلہ ہیں آیئے عہد کریں کہ طاغوتی طاقتوں اور ان سے متاثرہ نام نہاد اہل فکر و دانش کی علماء مخالف تحریروں اور بیانات کو یکسر نظر انداز کر کے اللہ اور رسول کے متعین کردہ مقام و مرتبہ کو علمائے کرام کے سر کا تاج بنائیں گے اور اللہ اور رسول سے محبت و الفت کے ساتھ عمومی طور پر تمام مسلمانوں سے اور خصوصی طور پر علمائے کرام سے محبت و الفت رکھیں گے، واللہ الموفق

ایک دن افطاری کے وقت

زنیرہ گل

مغرب میں ابھی آدھا گھنٹہ تھا بارش کی وجہ سے موسم ٹھنڈا ہونے کی وجہ بھوک پیاس کا احساس زیادہ نہیں تھا افطاری کے لیے پھوپھی نے فون کر کے بلایا تھا۔ پندرہ منٹ پیدل کا راستہ ہے اس لیے اسپتال سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جب گلی کے کونے میں پہنچی تو سوچا کہ خالی ہاتھ جانا ٹھیک نہیں کچھ لیتی جاؤں یہ سوچ کر افطاری کا کچھ سامان خریدا جس میں ٹائم لگ گیا اور اب مجھے جلدی ہونے لگی۔ جیسے ہی پھوپھی کے گھر کے قریب پہنچی تو گلی میں کھیلتے ہوئے دو بچوں پر نظر پڑی۔ اذان کا وقت ہو رہا تھا بس 2 منٹ ہی باقی تھے میں نے ان بچوں سے کہا افطاری کا وقت ہے تم لوگ گھر کیوں نہیں جاتے ابھی اذان ہو جائے گی۔

ان میں سے ایک بچہ تقریباً دس یا بارہ سال کا تھا اور دوسرا تیرا سال کا ہوگا بڑی معصومیت سے مجھ سے کہنے لگا کہ ہمارے گھر میں افطاری نہیں ہے، ماں نے کہا کہ باہر کھیلو۔ میرا دل کٹ سا گیا اور تجسس میں مزید چند سوالات پوچھے

بچے نے بتایا کہ والد صاحب بہت بیمار ہیں، امی کو ابو نے باہر جانے سے منع کیا ہے کہ کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں۔

اس لیے ہم نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ بس ایک ایک کپ دودھ پیا ہے وہ بھی دکان والے سے ادھار میں ابو کے لیے لائے تھے امی نے پانی ملا کر ہمارا بھی حصہ نکال لیا۔

بچے بہت ذہین اور سمجھدار تھے۔ میں نے وہ سامان انکو دینے کی کوشش کی جو افطاری کے لیے خریدا تھا۔لیکن بچوں نے لینے منع کر دیا کہنے لگے ابو ماریںگے کیوں کہ ابو نے منع کیا ہے کہ مجھے موت قبول ہے شرمندگی نہیں۔

یہ سن کر مجھے بہت افسوس ہوا میں نے ان سے کہا کہ ٹھیک ہے آپ کا گھر کونسا ہے انہوں نے اشارے سے بتا دیا میں انکے دروازے پر گئی اور انکا دروازہ کھٹکھٹا کر وہ سامان انکے دروازے پر رکھ دیا اور خود تیز قدموں سے نکل گئی دور سے مڑ کر دیکھا کہ خاتون نے دروازے سے باہر جھانکا کسی کو قریب نہ پا کر سامان اٹھا کر اندر گئی بعد میں دیکھا کہ بچے گھر کی طرف دوڑتے گئے کیوں کہ انہوں نے بھی وہ منظر دیکھ لیا تھا۔

یہ کہانی نہیں ایک حقیقت ہے محتاجوں، غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی مدد، معاونت، حاجت روائی اور دلجوئی کرنا دین اسلام کا بنیادی درس ہے۔

دوسروں کی مدد کرنے، ان کے ساتھ تعاون کرنے، ان کے لیے روزمرہ کی ضرورت کی اشیاء فراہم کرنے کو دین اسلام نے کارثواب اور اپنے ربّ کو راضی کرنے کا نسخہ بتایا ہے۔

خالق کائنات اللہ ربّ العزت نے امیروں کو اپنے مال میں سے غریبوں کو دینے کا حکم دیا ہے، صاحب استطاعت پر واجب ہے کہ وہ مستحقین کی مقدور بھر مدد کرے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کران) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔ **(سورۃ البقرۃ آیت 177)**

حدیث میں ہے مسکین کو دینا گہرا ثواب ہے اور قرابت دار مسکین کو دینا دوہرا ثواب ہے، ایک ثواب صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا۔ تمہاری بخشش اور خیراتوں کے زیادہ مستحق یہ ہیں، قرآن کریم میں ان کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم کئی جگہ ہے۔ **(سنن ابوداود:2355)**

یتیم سے مراد وہ چھوٹے بچے ہیں جن کے والد مر گئے ہوں اور ان کا کمانے والا کوئی نہ ہو نہ خود انہیں اپنی روزی حاصل کرنے کی قوت و طاقت ہو، حدیث شریف میں ہے بلوغت کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔ **(سنن ابوداود:2873)**

اور مساکین وہ ہیں جن کے پاس اتنا ہو جو ان کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کا کافی ہو سکے، ان کے ساتھ بھی سلوک کیا جائے جس سے ان کی حاجت پوری ہو اور فقر و فاقہ اور قلت و ذلت کی حالت سے بچ سکیں

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں (مدد کرتا) رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خادم (محتاج) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو جو کھانا خود کھائے اس میں سے اسے کھلائے اور جو کپڑا خود پہنے وہی اسے پہنائے اور اس سے ایسی مشقت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر اس کی طاقت سے بڑھ کر کوئی کام اس کے سپرد کرے تو خود بھی اس کی مدد کرے۔

(بخاری ومسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یقیناصدقہ اللہ ربّ العزت کے غضب کوٹھنڈا کرتا ہےاور بری موت کودور کرتا ہے۔

"**(ترمذی)**

بخاری ومسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین صرف وہی لوگ نہیں جو مانگتے پھرتے ہوں اور ایک ایک دودو کھجوریں یا ایک ایک دودو لقمے روٹی کے لے جاتے ہوں بلکہ مسکین وہ بھی ہیں جن کے پاس اتنانہ ہوکہ ان کے سب کام نکل جائیں نہ وہ اپنی حالت ایسی بنائیں جس سے لوگوں کوعلم ہوجائے اور انہیں کوئی کچھ دیدے۔**(صحیح بخاری:1476)**

قرآن حکیم کی سورۃ البقرہ ہی میں ارشاد ہے

(اے محمد ﷺ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔ کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

(سورۃ البقرہ آیت215)

ارشاد ہوتا ہے تم جو بھی نیک کام کرو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اس پر بہترین بدلہ عطا فرمائے گا وہ ذرے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے آس پاس ایسے ضرورت مندوں پر نظر رکھنی چاہیے اور اس طرح مدد کرنی چاہیے کہ ان کو خبر تک نہ ہو۔

ورنہ ہماری یہ عبادات کس کام کی جو ہمیں انسانیت کا درس نہ دے۔

تم نے علم کی قدر کی اللہ تمہاری مغفرت فرمائے

مولانا محمد ضیاء الرحمن

قاضی اسماعیلؒ (جن کا شمار بغداد کے بڑے لوگوں میں ہوتا تھا) کی خواہش تھی کہ حضرت ابراہیم حربیؒ سے ملاقات کریں، جب حضرت ابراہیم حربیؒ کو معلوم ہوا ہے کہ قاضی اسماعیلؒ ملاقات کے خواہش مند ہیں تو حضرت ابراھیم حربیؒ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ قاضی اسماعیلؒ بہت بڑے عالم ہیں، میں خود ان سے ملنے کا آرزومند ہوں، لیکن ان کے دروازے پر دربان اور نقیب ہیں، اس لیے میں جا کر اپنے آپ کو ذلیل نہیں کروں گا۔

قاضی اسماعیلؒ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فوراً دروازے سے دربان اور نقیب ہٹا دیئے، اور جواب بھیجا کہ میرا دروازہ اب جامع مسجد کے دروازے کی طرح ہے۔ پیغام ملتے ہی حضرت ابراھیم حربیؒ قاضی اسماعیلؒ سے ملنے تشریف لے آئے۔ قاضی صاحب نے ازراہ تعظیم حضرت ابراھیم حربیؒ کا جوتا اٹھا کر رومال میں لپیٹ کر بغل میں دبا لیا۔ ملاقات میں دونوں حضرات میں علمی گفتگو ہوتی رہی، اور دونوں ایک دوسرے سے ملکر خوش ہوئے۔ ملاقات کے اختتام پر حضرت ابراھیم حربیؒ جب رخصت ہونے لگے تو جوتا نظر نہ آیا تو اپنا جوتا تلاش کرنے لگے، تب قاضی صاحب نے رومال میں سے جوتا نکال کر سامنے رکھ دیا۔ حضرت ابراھیم حربیؒ یہ دیکھ کر مسکرائے اور یہ دعائیہ کلمات کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ

تم نے علم کی قدر کی اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

کہا جاتا ہے جب قاضی اسماعیلؒ کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے قاضی اسماعیلؒ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ قاضی اسماعیلؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم حربیؒ کی اس دعا کو میرے حق میں قبول فرمالیا۔ (نامور علماء کے مثالی واقعات ص230)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل علم کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا کو ہر جگہ موجود پایا

محمد الرحمن معاویہ

حوزہ علمیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے طالب علمی کے زمانے میں بڑی اچھی طرح درس سنا اور پڑھا کرتے تھے۔اسی وجہ سے استاذ اپنے اس شاگرد کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ایک دن دوسرے شاگرد استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی استاد محترم ہم اس سے بہتر طور پر درس سمجھتے ہیں،اس کے باوجود آپ ہم پر اس شاگرد رشید کو ترجیح دیتے ہیں،آخر اس کی وجہ کیا ہے؟استاد محترم سمجھ گئے کہ جواب ان کے لیے کافی نہ ہوگا،اس لیے استاد محترم نے ان شاگردوں کو عملی مثال سے سمجھانے کا فیصلہ کیا۔استاد محترم نے سب کو اکٹھا کیا اور کہا کہ آج میں آپ سب کا امتحان لینا چاہتا ہوں،آپ تمام طلباء ایک ایک مرغی لے جایئے اور اسے ذبح کر کے لے آیئے،لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ جب آپ مرغی ذبح کر رہے ہوں اس وقت وہاں کوئی موجود نہ ہو۔

شاگردوں نے استاد محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک ایک مرغی لی اور اسے تنہائی میں جا کر ذبح کر دیا۔لیکن وہ شاگرد جو استاد کی نظر میں خاص مقام رکھتا تھا مرغی کو بغیر ذبح کیے زندہ واپس لے آیا۔استاد محترم نے پوچھا تمام ذبح کر کے لائے تم زندہ واپس لائے اس کی کیا وجہ ہے؟ شاگرد نے جواباً استاد محترم سے کہا کہ

استاد محترم آپ نے مرغی کو ذبح کرتے ہوئے اس بات کی تاکید کی تھی جب مرغی کو ذبح کرنا تو اس وقت کوئی موجود نہ ہو لیکن میں جہاں بھی گیا وہاں خداوند کریم کو حاضر ناضر پایا

شاگرد کا جواب سن کر استاد محترم دوسرے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اب تم نے اس کو پہچانا؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا نور عطا فرمایا ہے جو اگر کسی کے دل میں پیدا ہو جائے تو اسے سعادت و بھلائی کا راستہ مل جاتا ہے۔

اور وہ ہمیشہ اللہ رب العزت کو حاضر و ناضر سمجھنے والا بن جاتا ہے۔(دلچسپ عبرت انگیز واقعات،ص33)

نامناسب دعا

حافظ عبدالوھاب چترالی

ایک صحابی رسول ﷺ سخت بیمار ہو گئے، شدت ضعف کی وجہ سے اٹھنے اور بیٹھنے سے بھی معذور ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کے لیے صحابی کے گھر تشریف لائے۔ بیمار صحابی نے جب نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو خوشی سے نئی زندگی محسوس کی اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اچانک کوئی مردہ زندہ ہو گیا ہو۔ فرمانے لگے

اے میری بیماری اور بخار اور رانج و غم اور اے درد اور بیداری شب تجھے مبارک ہو بسبب تمہارے اس وقت نبی اکرم ﷺ میری عیادت کو میرے پاس تشریف لائے

جب آپ ﷺ بیمار صحابی کی عیادت سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے حالتِ صحت میں کوئی نامناسب دعا مانگی ہو۔؟ صحابی نے عرض کیا مجھے یاد نہیں آتا کہ کیا دعا تھی۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ کی برکت سے انکو وہ دعا یاد آ گئی۔ بیمار صحابی نے عرض کیا کہ میں نے اپنے اعمال کی کوتاہیوں اور خطاؤں کے پیش نظر یہ دعا کی تھی کہ

اے اللہ! وہ عذاب جو آخرت میں آپ دینگے وہ مجھے اس عالمِ دنیا میں دے دیں تاکہ عالم آخرت کے عذاب سے فارغ ہو جاؤں۔

اور عرض کی یہ میں یہ دعا بار بار مانگتا رہا یہاں تک کہ میں بیمار ہو گیا اور یہ نوبت آ گئی کہ مجھے شدید بیماری نے گھر لیا میری جان اس تکلیف سے بے آرام ہو گئی۔ حالتِ صحت میں میرے جو معمولات تھے، ذکر الٰہی، عبادات و وظائف ان کو کرنے سے میں عاجز و مجبور ہو گیا۔ بُرے بھلے اپنے بیگانے سب فراموش ہو گئے اب اگر آپ ﷺ کا رُخ انور نہ دیکھتا تو بس میرا کام تمام ہو چکا تھا، آپ ﷺ کے لطف و کرم اور غم خواری نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

اس مضمونِ دعا کو سن کر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور منع فرما دیا کہ آئندہ ایسی دعا مت کرنا یہ آدابِ بندگی کے خلاف ہے، کہ انسان اپنے مالک سے آزمائش اور عذاب طلب کرے۔ انسان تو ایک کمزور چیونٹی کی مانند ہے اس میں یہ طاقت کہاں کہ آزمائش کا اتنا پہاڑ اٹھا سکے۔

بیمار صحابی نے عرض کی اے شاہِ دو عالم ﷺ میری ہزار بار توبہ کہ آئندہ کبھی ایسی بات زبان پر لاؤں، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اب آئندہ کے لیے میری رہنمائی فرما دیں۔

آپ ﷺ نے یہ دعا کرنے کی نصیحت فرمائی۔

اللھم ربنا اٰتنا فی دار دنیا حسن

واٰتنا فی دار عقبانا حسن

ترجمہ: اے اللہ! دنیا میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی ہمیں بھلائیاں عطا فرما۔ (حکایات رومی، ص59)

اس واقعہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ نامناسب دعا نہیں کرنی چاہیئے اور نامناسب دعا کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا کیونکہ نامناسب دعا آدابِ بندگی کے خلاف ہے۔

معاشرے کی اشد ضرورت حد قذف اور اس کی سزا

زنیرہ عقیل

جب کوئی قتل ہوتا ہے تو ہمیں قاتل کی سزا یاد ہوتی ہے کہ قتل کرنے والے کی یہ سزا ہے اور مقتول کو بھی اجر کا تعین ہم کر لیتے ہیں۔ کسی بے گناہ کو قتل کرنا ایک سنگین جرم ہے اور اس کی سزا دنیا میں موت ہے کوئی زنا کرتا ہے تو ہمیں زانی کی سزا بھی یاد ہے کہ سنگسار یا کوڑے ہیں۔ لیکن ایک جرم ایسا بھی ہے جس کی سزا بھی (80) اسی کوڑے ہیں اور ساتھ ساتھ اس کی معاشرے میں کسی قسم کی کوئی گواہی بھی نا قابل قبول ہوگی لیکن اس جرم کو ہم جرم ہی نہیں سمجھتے اور ہمارے معاشرے میں وہ جرم تو ہوتا ہے لیکن نا ہی اس کا عدالت میں مقدمہ چلتے دیکھا اور نہ ہی وہ سزا کسی کو ہوئی ہو۔ کم از کم میرے علم میں تو نہیں کہ کسی کو سزا ہوئی ہو اس جرم پر۔

وہ جرم ہے زنا کی تہمت اور اس کے سزا کا نام ہے حد قذف۔ وہ سزا جو شریعت اسلامی کے موافق دی جائے حد کہلاتی ہے حد کی جمع حدود ہے۔

اس آڑ اور روک کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کو ملنے سے روکے۔ جب کوئی جرم کرتا ہے تو اس میں وہ اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور کسی دوسرے انسان کا نقصان بھی کرتا ہے۔ اب اگر اس جرم میں اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی کا حصہ زیادہ ہے تو اس پر جو سزا دی جاتی ہے اس کو حد کہتے ہیں' جس کی جمع حدود ہے۔ یہ حدود چار ہیں۔ حد زنا' حد سرقہ' حد قذف اور حد خمر۔

قذف کے اصلی معنی تیر کو دور پھینکنا، پھر تیر کی شرط ختم کر کے مطلق پھینکنے ڈالنے اور اتارنے کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، جبکہ مجازاً گالی دینے اور تہمت زنا لگانے اور کسی کو عیب لگانے سے منسوب کیا جانے لگا۔ ایک اسلامی فقہی عدلیہ سے متعلقہ اصطلاح، کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور گواہوں سے ثابت نہ کر سکا اس وجہ سے تہمت لگانے والے کو جو سزا دی جاتی ہے وہ حدِ قذف کہلاتی ہے۔

قرآن میں ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [4]

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ [5]

اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔

اور یہی بدکردار ہیں ہاں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور (اپنی حالت) سنوار لیں تو خدا (بھی)
بخشنے والا مہربان ہے[5]۔
جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں، تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کردیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کیلئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔
اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کردیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے، بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالک، احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبی اور ضحاک رحمہ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔
»وَاللّٰہُ اَعْلَمُ«۔

قذف کی سزا

اس کی سزا اسی کوڑے ہے اور مستقبل میں کسی معاملے میں ان کی گواہی مقبول نہیں۔ لیکن حد تب ہی جاری کی جاسکتی ہے، جب مجرم و جرم عین قرآن میں پیش کردہ حکم پر پورے اترتے ہوں، جیسے اس آیت میں پاک دامن عورت کا لفظ صراحت سے آیا ہے، اب اگر کوئی ایسی عورت پر الزام لگا دیتا ہے جو اس سے پہلے زنا کا فعل کرتی رہی ہو، مگر ثابت نہ کر سکا تو اس پر قذف نہیں کیونکہ نے کسی پاک دامن عورت پر الزام نہیں لگایا۔
اللہ ہمیں اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اہم اعلان

محترم ومکرم قارئین اکرام

الغزالی اسلامی اردو فورم سے شائع ہونے والا مقبول ای جریدہ ماہنامہ افکار قاسمی کا اگلا شمارہ ان شاء اللہ العزیز

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ ہوگا۔

قارئین اکرام سے گزارش ہے کہ آپ حضرت والا رحمہ اللہ کے متعلق مضامین ارسال کریں۔ جزاک اللہ

افکار قاسمی انتظامیہ



اپنے مضامین مقبول ای جریدہ افکار قاسمی میں شائع کرانے کا طریقہ

آپ اپنے مضامین الغزالی فورم (www.algazali.org) پر لاگ ان ہو کر مضامین برائے افکار قاسمی میں پوسٹ کرسکتے ہیں۔ یا پھر ہمیں ہماری ای میل (qasmimag@gmail.com) پر بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

نوٹ: آپ اپنا تحریر شدہ مضمون ارسال کریں، کاپی شدہ مضامین قابل قبول نہ ہونگے۔